OPEN ACCESS: “*EPISTEMOLOGY*”
eISSN: 2663-5828;pISSN: 2519-6480
Vol.9 Issue 10 December 2021

الرحیق المختوم کا تحقیقی وفنی اسلوب

THE STUDY OF RESEARCH AND ARTISTIC STYLE OF AL-RAHEEQ-UL-MAKHTOOM

Hafiz Muhammad Saeed Ahmad
Ph.D Scholar, Institute of Islamic Studies, University of the Punnjab, Lahore.

Prof. Dr. Hafiz Mahmood Akhtar
Department of Islamic Studies, Gift University, Gujranwala.

Abstract: The presentation of Seerah or the life of the Holy Prophet Muhammad (SAWW) in different patterns and with different approaches has been an important subject of interest for the muslim scholars of the past, present, and will be remain in future. The Seerah of Muhammad(SAWW) has different interpretations among the muslims. This activity has been persist through the Islamic history.In seerah writung many authors wrote every thing without athenticity but one group always maintaine athentincity in this field.AL-Rahiq is international awarded book.The authoar completed his book by only correct narrations and athentic references. This paper is about the contribution of Mulana Safi-ul-Rehman Mubarkpuri with a special reference to his book "Al-Rahiq ul-Makhtoom".

Keywords: Seerah of Muhammad(SAW), Al-Rahiq ul –Makhtoom, Safi-ul-Rehman Mubarikpuri.

"بیسویں صدی کے نصف آخر میں مولانا صفی الرحمن مبارکپوری (م۲۰۰۶) کی تصنیف "الرحیق المختوم" کو جو شہرت و مقبولیت حاصل ہوئی وعلامہ شبلی وسید سلیمان ندوی کی "سیرت النبی ﷺ" اور قاضی محمد سلیمان منصور پوری کی "رحمۃ للعالمین" کے علاوہ کسی کتاب کے حصے میں نہیں آئی۔

ایک ضخیم جلد پر مشتمل کتاب، روایات کی صحت، واقعات کی ترتیب' مطالعہ کی وسعت' نتائج اخذ کرنے کی صلاحیت' اختصار و جامعیت کا ایک حسین مرقع ہے سیرت نگاروں نے جو میزان مقرر کی ہے اس میں سیرت کی روایات میں چھان پھٹک کر کے صحیح کا انتخاب کرنا ہے۔ علامہ شبلیؒ لکھتے ہیں: جیسا کہ حافظ زین الدین عراقی کا قول ہے کہ سیرت میں ہر طرح کی روایات نقل کی جاتی ہیں صحیح بھی اور قابل انکار بھی۔ سیرت پر اگرچہ آج بھی سینکڑوں تصنیفیں موجود ہیں لیکن سب کا سلسلہ جا کر تین چار کتابوں پر منتھی ہوتا ہے۔ سیرت ابن اسحاق، واقدی، ابن سعد اور طبری ان کے علاوہ جو کتابیں ہیں ان کا ماخذ یہی کتابیں ہیں۔ (1)

مولانا شبلی کے بیان سے مترشح ہوتا ہے کہ سیرت کے ابتدائی دور سے لیکر آج تک اس میں ہر طرح کی روایات پائی جاتی ہیں مگر معتبر و قابل اعتبار کتب وہ ہیں جن کے ماخذ مستند و معتبر ہیں اور ان میں صحیح روایات سے کام لیکر استدلال کیا جاتا ہے۔ زیر بحث کتاب (الرحیق المختوم) کی تصنیف میں مولانا مبارک پوری نے سیرت کے مستند مصادر و مراجع کو مد نظر رکھا ہے اور یہ کتاب سیرت کا ایک عظیم شاہکار ہے کہ مصنف نے اس میں تمام صحیح و مستند روایات سے استدلال کیا ہے۔

پروفیسر عبد الجبار شاکرؒ لکھتے ہیں:

> "سیرت کے نام پر بعض اہل قلم نے رطب و یابس کے انبار لگا دیئے ہیں۔ مگر "الرحیق المختوم" ایک نمایاں کتاب ہے۔ جیسے ظلمت شب میں چاند تاروں کی ضوفشانی، واقعات کے انتخاب، لوازمے کی فراہمی اور ترتیب اسلوب نگارش کی چاشنی' روزمرہ محاورہ پر گرفت اور صحیح مصادر و منابع تک رسائی نے اس کتاب کی علمی اور تحقیقی حیثیت کو نمایاں کیا ہے اس لحاظ سے یہ بات بلا خوف تردید کہی جا سکتی ہے۔ کہ پیش نظر کتاب حالات وواقعات کی درستی اور تحقیقی اعتبار سے سیرت کی اہم کتابوں میں سے ایک ہے۔ (2)

اگرچہ مولانا مبارکپوری نے تصنیف کے میدان میں کئی وقیع کتابیں بطور یادگار چھوڑی ہیں۔ مگر سیرت نگاری آپ کا خاص میدان ہے کہ اسمیں آپ کی تصنیفات کی تعداد تقریباً ایک درجن ہے مگر الرحیق المختوم ان میں گل سرسبد کی حیثیت

رکھتی ہے۔اس کتاب کو رابطہ عالم اسلامی، مکہ مکرمہ کے منعقدہ عالمی سیرت مقابلہ (1974) کو دنیا بھر کی کتابوں میں سے اول انعام یافتہ قرار دیا گیا۔ذیل میں اسکی چند خصوصیات اور تحقیقی اسلوب کو بیان کیا جاتا ہے۔

الرحیق المختوم کی خصوصیات

ا۔مستند و محقق کتاب

یوں تو انیسویں صدی میں سیرت پر متعدد کتب تصنیف کی گئیں مگر واقعات کی صحت زاویئے کی درستگی وغیرہ پر بہت کم توجہ دی گئی۔بقول پروفیسر عبدالجبار شاکر مولانا منصور پوری اردو کے پہلے سیرت نگار ہیں جنہوں نے وقائع سیرت کے بیان میں صحت اور استناد کی پابندی کی ہے۔[3]

رحمۃ للعالمین و سیرت النبی ﷺ کے بعد جس سیرت کی کتاب کو قبول عام حاصل ہوا وہ مولانا صفی الرحمن مبارکپوریؒ کی ''الرحیق المختوم'' ہے جو عالمی شہرت اختیار کر چکی ہے۔کتاب کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا نے ایک صفحہ پر کئی حوالہ جات رقم کیے ہیں جن میں تاریخ اسلام، سیرت کی مستند کتب، کتب احادیث، تفاسیر قرآن سے بھرپور استفادہ کیا گیا ہے۔

مولانا مبارکپوریؒ نے بڑی ذمہ داری کے ساتھ واقعات کو بیان کیا ہے جبکہ بعض واقعات میں اکثر سیرت نگاروں نے تسامح سے کام لیا ہے۔حضور ﷺ کی بعثت کے بارہ میں بے شمار غیر مستند، مشکوک روایات کا سہارا لیا گیا ہے جبکہ مولانا مبارکپوریؒ نے اس ضمن میں صرف ایک دو مستند روایات کا ذکر کیا ہے۔مضمون نگار نے جب یہ تقابل کرنے کیلئے کتب سیرت کو کھنگالا تو شبلی جیسے نامور سیرت نگاروں نے ایسی غیر مستند روایات درج کی ہیں۔

اس طرح پیر کرم شاہ الازہریؒ نے بھی ولادت مصطفی کے بارہ میں ضعیف روایات کا سہارا لیا ہے اور اس ضمن میں ان کے ماخذ معتبر کتب سیرت بھی نہیں ہیں، لکھتے ہیں: کہ حضور ﷺ کی والدہ فرماتی ہیں کہ آپ ﷺ کا بوجھ (حمل کی حالت میں) بہت خفیف تھا۔مزید یہ کہ پیر صاحب نے بعض جگہوں پر حوالہ جات بھی مکمل نہیں دیئے۔ولادت کے سلسلے میں عبدالمطلب کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ عبدالمطلب فرماتے ہیں میں اس رات کعبہ میں تھا میں نے بتوں کو دیکھا کہ سب بت اپنی جگہ سے سر بسجود سر کے بل گر پڑے ہیں اور دیوار کعبہ سے آواز آرہی ہے۔ترجمہ: مصطفی اور مختار پیدا ہوا اس کے ہاتھ سے کفار ہلاک ہوں گے اور کعبہ بتوں کی عبادت سے پاک ہوگا۔یہ روایات بیان کر کے پیر صاحب نے کوئی حوالہ درج

نہیں کیا کہ یہ کس کتاب سے لی گئی ہیں۔[4]

اسی طرح دور حاضر کی معروف کتاب محسن انسانیت (نعیم صدیقی) اگرچہ ادبی لحاظ سے بہت عمدہ ہے مگر انہوں نے زیادہ تحقیق و تنقید سے کام نہیں لیا۔ صدیقی صاحب کا اپنا انداز ہے لیکن غزوات وغیرہ کی تفصیلات پڑھ کر اس قدر لطف نہیں آتا جس قدر الرحیق کا اسلوب نگارش ہے۔ مولانا مبارکپوریؒ نے ہر واقعہ کی بڑی سرخی کے ساتھ اس کا ہجری اور عیسوی سال نیز اگر اس میں کوئی اختلاف ہے تو اس کو بھی ذکر کیا ہے مگر دوسرے سیرت نگاروں نے اس کا اہتمام بہت کم کیا ہے۔

۲۔ حسن ترتیب

مولانا نے واقعات سیرت کو جس عمدہ ترتیب سے بیان کیا ہے اس کی مثال کتب سیرۃ میں بہت کم ہے یعنی سب سے پہلے عرب کے احوال، ادیان، مذہب کا تذکرہ کیا ہے۔ پھر خاندان نبوت کا بیان کر کے ولادت باسعادت اور حیات طیبہ کے چالیس سال کے واقعات کو انتہائی مربوط انداز میں پیش کیا ہے اس کے بعد نبوت ورسالت، تبلیغ، کفار کی رکاوٹوں کو مربوط انداز میں لکھا گیا ہے۔ غزوات و سرایا کی تفصیلات کو پڑھ کر محسوس ہوتا ہے کہ جیسے مصنف اپنی آنکھوں سے دیکھ کر احوال بیان کر رہا ہے اور اسی طرح سنین کے اعتبار سے ہر سال کے واقعات الگ بیان کیے گئے ہیں جس سے قاری کو بہت آسانی سے بات سمجھ میں آجاتی ہے اور وہ دلچسپی سے کتاب کا مطالعہ کرتا ہے۔

۳۔ تحقیق کا عمدہ اسلوب

عام سیرت نگاروں نے جو بات متقدمین نے لکھی اسی کی پیروی کی ہے اور اس میں تحقیق و تنقید نہیں کی لیکن مولانا نے تحقیق کے اعلیٰ معیار کو مد نظر رکھا ہے اور ہر بات کو دور رس نتائج کے بعد ثابت کیا ہے جیسا کہ ولادت باسعادت کس دن ہوئی؟ پہلی وحی کا نزول، اسرا و معراج کب ہوا؟ اس قسم کے دس مسائل کو مولانا نے پوری تحقیق و شرح وبسط سے بیان کیا ہے اور اپنے موقف کی تائید میں مضبوط دلائل دیئے ہیں۔

حضور ﷺ کی ولادت کس دن ہوئی اس کے بارہ میں بہت عمدہ بحث الرحیق میں کی گئی اور علامہ شبلی، قاضی منصور پوری کی رائے پر اعتماد کیا گیا ہے کہ ولادت باسعادت ۹ ربیع الاول کو ہوئی اس کے علاوہ پہلی وحی کب نازل ہوئی عموماً سیرت نگار اس کی گہرائی تک نہیں گئے۔ ڈاکٹر طاہر القادریؒ لکھتے ہیں کتب سیرت کے مطابق یہ پیر کا دن تھا اور رمضان کی سترہ تاریخ تھی۔[5]

ممتاز سیرت نگار ڈاکٹر اکرم ضیاء، (العمری) نے بھی اس کی تحقیق نہیں کی، لیکن مولانا مبارکپوریؒ نے اس ضمن میں مختلف اقوال نقل کیے ہیں پھر ان کا تجزیہ کیا ہے۔ مولانا نے سب سے پہلے ثابت کیا کہ یہ رمضان کا مہینہ تھا اب رمضان کی تاریخ کے بارہ میں اختلاف ہے۔ علامہ منصور پوریؒ نے اٹھارہ جبکہ خضری نے سترہ کا اصرار کیا ہے۔ (ڈاکٹر طاہر القادری نے صرف خضری کا قول نقل کیا ہے) مولانا نے ۲۱ رمضان کو ترجیح دی کہ اس تاریخ کو سوموار کا دن تھا اس پر سب کا اتفاق ہے۔ اب اس سال رمضان میں سوموار کا دن ۷، ۱۴، ۲۱ اور ۲۷ کو آتا ہے ادھر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں پڑتی ہے۔ اب ہم ایک طرف اللہ کا یہ ارشاد دیکھتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل فرمایا۔ دوسری طرف ابو قتادہؓ کی روایات کہ آپ ﷺ کو سوموار کے دن مبعوث فرمایا گیا۔ تیسری طرف تقویم کا حساب دیکھتے ہیں کہ اس سال رمضان میں سوموار کا دن کن کن تاریخوں میں پڑتا ہے تو متعین ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت رمضان کی اکیسویں رات ہوئی اس لیے یہی نزول وحی کی پہلی تاریخ ہے۔[6]

۴۔ فصاحت وبلاغت

کتاب الرحیق المختوم مختصر مگر جامع اور گوں ناگوں صفات کی حامل ہے۔ مولانا نے جو الفاظ استعمال کیے ہیں وہ ان کے سچے محب رسول ہونے پر دال ہیں اور ان میں زبان دانی وفصاحت وبلاغت بھی کمال درجے تک ہے۔

ردائے مبارک سے فیضِ باراں تک

اس عنوان کے تحت مولانا لکھتے ہیں :

"ابن عساکرؒ نے جہلمہ بن عرفطہ سے روایت کی ہے کہ میں مکہ آیا لوگ قحط سے دوچار تھے قریش نے کہا ابو طالب! وادی قحط کا شکار ہے۔ بال بچے کال کی زد میں ہیں چلیے بارش کی دعا کیجئے ابو طالب ایک بچہ ساتھ لے کر برآمد ہوئے۔ بچہ ابر آلود سورج معلوم ہوتا تھا جس سے گھنا بادل ابھی ابھی چھٹا ہو، اس کے ارد گرد اور بھی بچے تھے ابو طالب نے اس بچے کا ہاتھ پکڑ کر اس کی پیٹھ کعبہ کی دیوار سے ٹیک دی بچے نے ان کی انگلی پکڑ رکھی تھی اس وقت آسمان پر بادل کا ایک ٹکڑا نہ تھا لیکن (دیکھتے دیکھتے) ادھر ادھر سے بادل کی آمد شروع ہوئی اور ایسی دھواں دھار بارش ہوئی کہ وادی میں سیلاب آگیا اور شہر وبیاباں شاداب ہو گئے۔"[7]

گویا الرحیق المختوم کی زبان اس قدر عمدہ و میٹھی ہے کہ انسان اس کا مطالعہ کرتا جاتا ہے لیکن تھکاوٹ محسوس نہیں

ہوتی۔

۵۔ غزوات وسرایا کی تفصیلات

مولانا نے اس مختصر کتاب میں جس حسن ترتیب سے غزوات وسرایا کی تفاصیل جمع کی ہیں مقالہ نگار کے خیال میں اس عمدگی، اختصار وجامعیت، حسنِ اسلوب سے کسی اور سیرت کی کتاب میں مہیانہ ہوسکیں کہ جن کی استنادی حیثیت میں کوئی شک وشبہ واعتراض نہ ہو۔ غزوات کے بارہ میں مولانا نے تفصیل سے لکھا ہے اور مستند ماخذ کو بطور حوالہ اختیار کیا ہے لیکن غزوہ بدر واحد کے واقعات کی تفصیلات میں تو کمال کر دیا ہے۔ لہٰذا غزوہ بدر میں ایمان کے تابناک نقوش سے ایک نقش حضرت عکاشہؓ کا تذکرہ یوں ہے:

> ''اس جنگ میں حضرت عکاشہ بن محصن اسدی کی تلوار ٹوٹ گئی وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے انہیں لکڑی کا ایک پھٹا تھما دیا اور فرمایا عکاشہ اس سے لڑائی کرو عکاشہؓ نے اسے رسول اللہ ﷺ سے لے کر ہلایا تو وہ ایک لمبی، مضبوط اور چم چم کرتی ہوئی سفید تلوار میں تبدیل ہو گیا۔ پھر انہوں نے اسی سے لڑائی کی یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح نصیب فرمائی۔ اس تلوار کا نام عو...یعنی مدد رکھا گیا تھا یہ تلوار مستقلاً حضرت عکاشہؓ کے پاس رہی اور وہ اس کو لڑائیوں میں استعمال کرتے رہے۔ یہاں تک کہ دور صدیقی میں مرتدین کے خلاف جنگ کرتے ہوئے شہید ہو گئے اس وقت بھی یہ تلوار ان کے پاس ہی تھی۔''(8)

غزوہ احد کے واقعات میں مولانا نادر روزگار جانباری کے عنوان سے ایک صحابیہ کا واقعہ یوں بیان کرتے ہیں:

> ''ایک نادر کارنامہ خاتون صحابیہ حضرت ام عمارہ نسیبہ بنت کعبؓ نے انجام دیا وہ چند مسلمانوں کے درمیان لڑتی ہوئی ابن قمعہ کے سامنے آگئیں۔ ابنِ قمعہ نے ان کے کندھے پر ایسی تلوار ماری کہ گہرا زخم ہو گیا انہوں نے بھی ابنِ قمعہ کو اپنی تلوار کی کئی ضربیں لگائیں لیکن کمبخت دو زرہیں پہنے ہوئے تھا اس لیے بچ گیا حضرت ام عمارہؓ نے لڑتے لڑتے بارہ زخم کھائے۔''(9)

کتاب کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا کو چونکہ سیرت وتاریخ کے واقعات پر مکمل دسترس تھی اس لیے وہ کسی واقعہ کو ایسے بیان کرتے کہ اس کی جذئیات تک نہ چھوٹے ان کو واقعات سیرت واسلامی تاریخ بیان کرنے پر بھی عبور

حاصل تھا تحریر کے نمونے الرحیق میں دیکھے جا سکتے ہیں۔آپ نے غزوات (بدر واحد) کو تفصیل سے بیان کیا ہے اور باقی غزوات وسرایا کے بیان میں گویا دریا کو کوزے میں بند کر دیا ہے ملاحظہ ہو :

سریہ رابغ شوال ۱ ہجری اپریل ۶۲۳ء

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبید بن حارث بن عبد المطلب کو مہاجرین کے ساتھ سواروں کا رسالہ دے کر روانہ کیا فرمایا رابغ کی وادی میں ابو سفیان سے سامنا ہوا اس کے سات دو سو آدمی تھے فریقین نے ایک دوسرے پر تیر چلائے لیکن اس سے آگے کوئی جنگ نہ ہوئی۔(10)

۶۔اختصار و جامعیت

الرحیق المختوم ایک ضخیم جلد میں ہے لیکن مصنف نے کمال مہارت سے واقعات سیرت کو اس میں سمو دیا ہے کہ اس کا اسلوب انسان کو تھکاتا بھی نہیں اور کوئی تشنگی بھی باقی نہیں رہتی۔

محقق دوراں، ڈاکٹر محمود احمد غازیؒ فرماتے ہیں۔

''الرحیق المختوم کو مختصر و جامع ہونے کے باعث تمام کتب سیرت میں امتیاز حاصل ہے۔''(11)

مولانا عبد الجبار شاکرؒ یوں رقم طراز ہیں:

''اس کا اسلوب بیان بار خاطر بن جانے والے طول اور اظہار بیان سے قاصر رہ جانے والے اختصار ہر دو سے مبرا ہے۔''(12)

کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ مصنف نے کوئی اہم بات چھوڑی نہیں لیکن اس قدر عمدہ ترتیب کو مد نظر رکھا کہ کتاب بہت زیادہ مفصل نہیں ہے کہ جو قراء کو تھکا دے یا اکتاہٹ محسوس ہونے لگے۔

۷۔علماء وعوام الناس کے لئے یکساں مفید

الرحیق المختوم (اردو) اگرچہ فصاحت وبلاغت کے عمدہ معیار پر پورا اترتی ہے مگر کتاب میں اردو زبان میں اتنی مشکل بھی نہیں کہ قاری کو سمجھ نہ آئے بلکہ اس کا اسلوب عامی کیلئے بہت دلچسپ اور مفید ہے اور علماء کیلئے بھی یہ عظیم مرجع کی حیثیت رکھتی ہے۔مولانا عبد الرزاق عبد الغفار السلفی (دبئی) اپنے مضمون میں یوں اظہار کرتے ہیں :

''مولانا مبارکپوری کا لازوال اور لاثانی کارنامہ نبی آخر الزمان کی سیرت مقدسہ پر تالیف کردہ معرکۃ الآراء

تصنیف ''الرحیق المختوم'' ہے جس کا اب تک دنیا کی تیرہ زبانوں میں ترجمہ ہو چکا ہے۔ جس نے آپ کو عالمی شہرت بخشی اور آپ کی لازوال مقبولیت کا سبب بن گئی جو صدیوں پڑھی جائے گی۔ سیرت نبوی ﷺ پر اتھارٹی تسلیم کی جائے گی، سیرت پاک پر لکھنے والوں کیلئے ایک اہم مرجع کی حیثیت رکھے گی۔ منارہ نور کا کام دے گی اور جو آپ کے حق میں بروز محشر ان شاءاللہ نبی مکرم ﷺ کی شفاعت کا سبب بنے گی۔''(13)

۸۔ دنیا بھر میں اول انعام کی مستحق

رابطہ عالم اسلام، مکہ مکرمہ کی طرف سے منعقدہ عالمی سیرت مقابلہ میں ''الرحیق المختوم'' کو دنیا بھر سے لکھی جانے والی کتب میں سے ممتاز قرار دیا گیا اور پچاس ہزار سعودی ریال کی خطیر رقم سے نوازا گیا۔

۹۔ مصادو مراجع میں کمال

مولانا نے کتاب کی تیاری میں قرآن مجید، معتبر کتب تفسیر، کتب احادیث، شروح الحدیث، ممتاز کتب سیرۃ و تاریخ، دور حاضر کی مستند کتب سے استفادہ کیا ہے اور ہر جگہ پر مکمل حوالہ جات دیے گئے ہیں اور کوئی بات بلا دلیل نہیں کی گئی۔

۱۰۔ قبول عام کا حصول

الرحیق المختوم کے مختصر و مستند ہونے کے باعث اسے دنیا بھر میں بہت زیادہ پڑھا جاتا ہے۔ کئی زبانوں میں اس کے تراجم ہو چکے ہیں لوگ بطور تحفہ دوستوں کو محبت سے یہ کتاب دیتے ہیں۔ اکثر لوگ سیرت کی کتب خریدتے وقت اسی کا مطالعہ کرتے ہیں۔ ایک عالم دین یوں رقم طراز ہیں :

> ''الرحیق المختوم سیرت رسول ﷺ پر اردو زبان میں ایک ایسی کتاب ہے جس نے سیرت کے مطالعہ کو ایک نیا رخ دیا ہے اور بے شمار گوشوں کو اجاگر کیا ہے جس پر اس سے قبل کی دوسری تصنیفات میں کم توجہ دی گئی ہے۔ درایت و روایت کے اعتبار سے کمزور روایتوں سے الگ تھلگ رکھ کر تحقیق و دراسات اور دعوتی کام میں مصروف لوگوں کیلئے سیرت پر یہ ایک نادر کتاب ہے میرا ذاتی خیال ہے کہ اس کے مطالعہ کے بغیر سیرت کا مطالعہ اپنے اندر نقص محسوس کرتا رہے گا یہ کتاب بیشتر مدارس و جامعات کے نصاب میں داخل ہے اور کوئی بھی چھوٹا بڑا مکتبہ ذاتی ہو یا عوامی اس کتاب سے اگر خالی ہے تو نقص تصور کیا جائے گا یہ کتاب اردو و عربی دونوں زبانوں میں مقبول و متداول اور عوام و خواص کیلئے یکساں دلچسپ و مفید ہے۔''(14)

اگرچہ مولانا مبارکپوریؒ سلفی مکتب فکر سے تعلق رکھتے تھے لیکن مضمون نگار کی تحقیق کے مطابق آپ کی کتاب کو تمام مکاتب فکر شوق سے پڑھتے ہیں اور کوئی مکتبہ اس سے خالی نظر نہیں آتا اور ہر عام وخاص کی زبان پر اس کا نام متداول و معروف ہے۔

الرحیق المختوم کا تحقیقی پہلو

مولانا مبارکپوریؒ نے اس کتاب میں تحقیق کے اعلیٰ معیار کو مد نظر رکھا ہے اور ہر بات کو دوررس نتائج کے بعد مستند انداز میں لکھا ہے ذیل میں دس ایسی مثالیں بیان کی جاتی ہیں جہاں پر مولانا نے راجح موقف اختیار کیا ہے اور ساتھ ساتھ اس کی پختہ دلیل بھی دی ہے۔

مثال نمبر ۱: حضور ﷺ کی ولادت باسعادت کس دن ہوئی؟ اس ضمن میں اہل سیر کا اختلاف ہے لیکن مولانا مبارکپوریؒ نے علامہ منصور پوریؒ اور محمود پاشا کی تحقیق کے مطابق ولادت نبوی ۹ ربیع الاول سنہ عام الفیل یوم دوشنبہ (سوموار) اور ۲۰ یا ۲۲ اپریل ۵۷۱ء بتائی ہے حاشیہ میں مولانا لکھتے ہیں اپریل کی تاریخ کا اختلاف عیسوی تقویم کے اختلاف کا نتیجہ ہے۔(15)

مثال نمبر ۲: بارہ برس کی عمر میں حضور ﷺ کا ابو طالب کے ساتھ ملک شام کی طرف تجارت کا سفر اور راستہ میں بحیرا راہب سے ملاقات......... بحیرا نے کہا کہ انہیں آپ ﷺ کو مکہ واپس کردو ملک شام نہ لے جائو۔ اس پر ابو طالب نے بعض غلاموں کی معیت میں آپ کو مکہ واپس بھیج دیا۔(16)

حاشیہ میں مولانا ایک مشہور قول کی تردید کرتے ہیں۔ مولانا لکھتے ہیں کہ ترمذی وغیرہ کی روایت میں ہے کہ آپ ﷺ کو حضرت بلالؓ کی معیت میں روانہ کیا گیا لیکن یہ فاش غلطی ہے۔ بلالؓ تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے اور اگر پیدا بھی ہوئے تھے تو بھی بہر حال ابو طالب یا ابو بکر کے ساتھ نہ تھے۔(17)

مثال نمبر ۳: پہلی وحی کا آغاز کب ہوا؟ کون سا مہینہ، دن اور تاریخ تھی؟ مورخین کا اس بارے میں بڑا اختلاف ہے بیشتر سیرت نگار کہتے ہیں کہ یہ ربیع الاول کا مہینہ تھا ایک گروہ کہتا ہے کہ رمضان کا مہینہ تھا بعض کہتے ہیں کہ رجب کا مہینہ تھا مولانا مبارکپوریؒ نے رمضان کے مہینہ کو ترجیح دی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد: ﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرۃ ۲: ۱۸۴) رمضان کا مہینہ ہے جس میں قرآن پاک نازل کیا گیا۔ ﴿إِنَّا أَنْزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ﴾

(القدر ۹۷:۱) بے شک ہم نے اسے (قرآن) کو لیلۃ القدر میں نازل کیا ہے۔ اب رمضان میں نزول وحی کے قائلین میں پھر اختلاف ہے کہ اس دن رمضان کی کون سی تاریخ تھی بعض سات کہتے ہیں علامہ منصور پوریؒ نے اٹھارہ جبکہ علامہ خضری نے سترہ کا اصرار کیا ہے لیکن مولانا مبارکپوریؒ نے ۲۱ رمضان کو ترجیح دی ہے حالانکہ اس کا قائل کوئی نہیں اس کی مولانا نے بہترین دلیل یہ دی ہے کہ بیشتر سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ بعثت نبوی دوشنبہ (سوموار) کو ہوئی اس کی تائید حضرت ابو قتادہؓ کی روایت سے بھی ہوتی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس دن میں پیدا ہوا اور اسی دن پیغمبر بنایا گیا۔''(18)

اب دیکھیں کہ اس سال رمضان میں سوموار کا دن ۷، ۱۴، ۲۱، اور ۲۷ کو آتا ہے۔ ادھر صحیح روایات سے ثابت ہے کہ لیلۃ القدر رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں پڑتی ہے۔ اب ہم ایک طرف اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دیکھتے ہیں کہ ہم نے قرآن کو لیلۃ القدر میں نازل کیا۔ دوسری طرف ابو قتادہؓ کی یہ روایت دیکھتے ہیں کہ آپ ﷺ کو دوشنبہ کے روز معبوث کیا گیا۔ تیسری طرف تقویم کا حساب دیکھتے ہیں کہ اس سال رمضان میں سوموار کا دن کن کن تاریخوں میں پڑتا ہے تو متعین ہو جاتا ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی بعثت اکیسویں رمضان کی رات ہوئی اس لیے یہی نزول وحی کی پہلی تاریخ ہے۔(19)

معلوم ہوتا ہے کہ نزول وحی کے بارہ میں اکثر سیرت نگاروں نے ٹامک ٹوئیاں ماری ہیں کہ کسی نے ربیع الاول کا مہینہ کہا، بعض نے رجب کا نام لیا جبکہ قرآن مجید سے واضح ہے کہ وحی کا نزول رمضان میں ہوا۔ اس واقعہ میں مولانا کی تحقیق سے یہ بات بخوبی عیاں ہوتی ہے کہ آپ نے صرف سابقہ سیرت نگاروں کی معلومات پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ان کو اعلیٰ معیار پر پرکھا ہے اور صحیح ترین کا انتخاب کیا ہے۔ اگرچہ الرحیق کا ماخذ ''رحمۃ للعالمین'' قاضی منصور پوریؒ ہے لیکن یہاں مولانا نے اس سے بھی اختلاف کیا ہے اور اپنے موقف کو پرزور دلائل سے مزین کیا ہے اور حق بھی یہی ہے کہ آنکھیں بند کر کے رطب و یابس نہیں اکٹھا کرنا چاہیے بلکہ تحقیق سے کام لینا چاہئے۔ مولانا کی تحقیق سے جس معاملہ میں چوٹی کے سیرت نگاروں کا اختلاف تھا مولانا نے ان کے موقف کے کمزور ہونے کے دلائل دیے ہیں اور مولانا نے دلائل کی بناء پر راجح موقف کو اختیار کیا ہے۔

مثال نمبر ۴: بعثت کے ساتویں سال مشرکین مکہ نے بنو ہاشم کا بائیکاٹ کیا اور آپ بمعہ بنو ہاشم عرصہ تین سال شعب ابی طالب میں محصور رہے اور پھر بائیکاٹ کا صحیفہ چاک ہو گیا۔ مولانا لکھتے ہیں بائیکاٹ کی یہ تفصیل بخاری ۲۱۶،۱، ابن القیم الجوزیہ، زاد المعاد فی ہدی خیر العباد، المطبعۃ المصریہ، ۱۳۴۷ھ، ۲، ۴۲؛ ابن ہشام، ۱، ۳۵۰؛ رحمۃ للعالمین، ۱، ۲۹، ۷۰ وغیرہ

سے لی گئی ہے۔ اگرچہ ان ماخذ میں قدرے اختلاف ہے لیکن ہم نے قرآن کی روشنی میں راجح پہلو درج کیا ہے۔[20]

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا مکمل جانچ پڑتال کے بعد کسی بات کو لکھتے ہیں اور اختلاف کی صورت میں امہات الکتب کی طرف رجوع کرتے ہیں اور راجح قول کی تلاش میں دقیق بحث و تمحیص سے بھی کام لیتے ہیں۔

مثال نمبر۵: ابو طالب کی وفات کے بارہ میں ماخذ سیرت میں اختلاف ہے مولانا نے رجب کو اس لیے ترجیح دی ہے کہ بیشتر ماخذ کا اتفاق ہے کہ ابو طالب کی وفات شعب ابی طالب سے نکلنے کے چھ ماہ بعد ہوئی اور محصوری کا آغاز محرم سنہ ۷ نبوی کی چاندرات سے ہوتا ہے اس حساب سے ان کی موت کا زمانہ رجب ۱۰ نبوی بنتا ہے۔[21]

مثال نمبر۶: اسراء معراج کا واقعہ کب پیش آیا؟ اس بارے میں اہل سیرت کے مختلف اقوال موجود ہیں۔

۱۔ جس سال آپ کو نبوت ملی وہی معراج کا سال ہے (یہ طبری کا قول ہے۔)

۲۔ نبوت کے پانچ سال بعد معراج ہوئی (امام نوویؒ اور قرطبیؒ نے اسے راجح کہا ہے۔)

۳۔ نبوت کے دسویں سال ۲۷ رجب کو ہوئی (اسے علامہ منصور پوریؒ نے اختیار کیا ہے۔)

۴۔ ہجرت سے ۱۶ مہینے قبل یعنی نبوت کے بارہویں سال رمضان میں ہوئی۔

۵۔ ہجرت سے ایک دو ماہ پہلے یعنی نبوت کے تیرہویں سال محرم میں ہوئی۔

۶۔ ہجرت سے ایک سال پہلے یعنی نبوت کے تیرویں سال ماہ ربیع الاول میں ہوئی۔

اب مولانا ان اقوال کا تجزیہ کرتے ہیں کہ ان میں سے پہلے تین اقوال اس لیے صحیح نہیں ہیں کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات نماز پنجگانہ فرض ہونے سے قبل ہوئی اور اس پر سب کا اتفاق ہے کہ نماز کی فرضیت معراج کی رات ہوئی اس کا مطلب ہے کہ خدیجہؓ کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی اور معلوم ہے کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات نبوت کی دسویں سال ماہ رمضان میں ہوئی تھی لہٰذا معراج کا زمانہ اس کے بعد کا ہوتا اس سے پہلے کا نہیں۔ باقی رہے اخیر کے تین اقوال تو ان میں سے کسی کو ترجیح دینے کیلئے کوئی دلیل نہ مل سکی۔ البتہ سورۃ اسراء کے سیاق سے اندازہ ہوتا ہے کہ یہ واقعہ مکی زندگی کے بالکل آخری دور کا ہے۔[22]

مولانا کے معاصر سیرت نگاروں میں سے کسی نے بھی اس بارے میں سیر حاصل بحث نہیں کی کہ واقعہ اسراء و معراج کب ہوا۔ پیر کرم شاہ، ڈاکٹر طاہر القادری نے اس بارے میں مفید گفتگو نہیں کی۔ یہاں تک کہ ڈاکٹر اکرم ضاء

العمری بھی اس کی وضاحت نہیں کر سکے۔ لکھتے ہیں کہ واقعہ معراج حضرت خدیجہؓ کی وفات سے پہلے ہوا تھا۔ جبکہ مستند ذرائع سے ثابت ہے کہ حضرت خدیجہ کی وفات نماز فرض ہونے سے قبل ہوئی تھی اور نماز کی فرضیت معراج کی رات ہونے میں سب کا اتفاق ہے لہذا ماننا پڑے گا کہ حضرت خدیجہؓ کی وفات معراج سے پہلے ہوئی تھی نا کہ بعد میں اسی طرح ڈاکٹر ضیاء (العمری) نے ابن قیمؒ کی صراحت کو بھی نظرانداز کر دیا کہ واقعہ معراج ہجرت سے ایک سال قبل ہوا۔

مثال نمبر۷: گھر سے غار تک، رسول اللہ ﷺ ۲۷ صفر ۱۴ نبوت مطابق ۱۳، ۱۲ ستمبر ۶۲۲ء کی درمیانی رات اپنے مکان سے نکل کر جان و مال کے سلسلہ میں اپنے سب سے قابل اعتماد ساتھی حضرت ابو بکرؓ کے گھر تشریف لائے تھے۔ مولانا حاشیہ میں لکھتے ہیں:

> ''صفر کا یہ مہینہ چودھویں سنہ نبوت اس وقت ہوگا جب سنہ کا آغاز محرم کے مہینے سے مانا جائے اور اگر سنہ کی ابتدا اسی مہینے سے کریں جس میں آپ ﷺ کو نبوت سے مشرف کیا گیا تو صفر کا یہ مہینہ قطعی طور پر تیرہویں سنہ نبوت کا ہوگا عام اہل سیر نے کہیں پہلا حساب اختیار کیا ہے اور کہیں دوسرا جس کی وجہ سے وہ واقعات کی ترتیب میں خبط اور غلطی میں پڑ گئے۔ ہم نے سنہ کا آغاز محرم سے کیا۔''(23)

یہاں پر مولانا نے سیرت نگاروں کی عام غلطی کی نشاندہی کی ہے اور اس ضمن میں مفید کلیہ بیان کیا ہے کہ سنہ کا آغاز جب محرم سے کیا جائے تو پھر اختلاف نہیں ہوگا۔

مثال نمبر۸: مدینہ میں داخلہ، نبی اکرم ﷺ کی مدینہ آمد پر انصار کی بچیوں نے مسرت سے جو اشعار پڑھے۔ اشرق البدر علینا....... اس ضمن میں علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ یہ اشعار تبوک سے نبی کی واپسی پر پڑھے گئے اور جو یہ کہتا ہے کہ مدینہ میں آپ کے داخلے کے موقع پر پڑھے گئے تھے اسے وہم ہوا ہے۔(24)

لیکن علامہ ابن قیمؒ نے اس کے وہم ہونے کی کوئی تسلی بخش دلیل نہیں دی ہے ان کے برخلاف علامہ منصورپوریؒ نے اس بات کو ترجیح دی ہے کہ یہ اشعار مدینہ میں داخلے کے وقت پڑھے گئے۔(25)

اور ان کے پاس اس کے ناقابل تردید دلائل بھی ہیں۔(26)

مثال نمبر۹: غزوہ بنی المصطلق یا غزوہ مریسیع (۵ یا ۶ ہجری) اہل سیر کا اس ضمن میں بھی اختلاف ہے کہ غزوہ بنی المصطلق کب ہوا؟ ایک قول یہ ہے کہ چونکہ یہ غزوہ شعبان کے مہینے میں پیش آیا اور حضرت زینبؓ کی حضور ﷺ سے

شادی سنہ ۵ ہجری کے اخیر یعنی ذی قعدہ یا ذی الحجہ میں ہوئی تھی للہذا یہ غزوہ شعبان ۶ ہجری میں ہوا دوسری طرف جو لوگ اس غزوہ کا زمانہ شعبان ۵ ہجری بتاتے ہیں ان کی دلیل یہ ہے کہ حدیث افک کے اندر اصحاب افک کے سلسلہ میں حضرت سعد بن معاذ اور سعد بن عبادہؓ کے درمیان سخت کلام کا تذکرہ موجود ہے اور معلوم ہے کہ سعد بن معاذ ۵ ہجری کے اخیر میں غزوہ بنو قریظہ کے بعد انتقال کر گئے تھے اس لیے حدیث افک کے وقت ان کی موجودگی اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعہ اور یہ غزوہ سنہ ۶ ہجری میں نہیں بلکہ ۵ ہجری میں پیش آیا۔ اس کا جواب دیتے ہوئے فریق اول نے حدیث افک میں سعد کا ذکر راوی کا وہم قرار دیا ہے۔ (27)

فریقین کی مخاصمت کا حل کرتے ہوئے مولانا مبارکپوریؒ فرماتے ہیں کہ فریق اول کا استدلال خاصا وزن رکھتا ہے (اور اس لیے ابتدا میں ہمیں بھی اس سے اتفاق تھا) لیکن غور کیجئے تو معلوم ہوگا کہ اس استدلال کا مرکزی نقطہ یہی ہے کہ نبی ﷺ سے حضرت زینبؓ کی شادی ۵ ہجری کے اخیر میں ہوئی تھی درآنحالیکہ اس پر بعض قرائن کے سوا کوئی ٹھوس شہادت موجود نہیں ہے جبکہ واقعہ افک میں اور اس کے بعد حضرت سعد بن معاذؓ (متوفی ۵ ہجری) کی موجودگی متعدد صحیح روایات سے ثابت ہے۔ جنہیں وہم قرار دینا مشکل ہے۔ اس لیے ایسا کیوں نہیں ہو سکتا کہ حضرت زینبؓ کی شادی ۵ ہجری کے اوائل میں ہوئی اور واقعہ افک اور غزوہ مریسیع شعبان ۵ ہجری میں پیش آیا ہو۔ (28)

مثال نمبر ۱۰: سریہ عیینہ بن حصن فزاریؓ (محرم ۹ ہجری) اس سریے کے ضمن میں عیینہ بنو تمیم کو قید کر کے لائے تو اقرع بن حابسؓ سمیت کچھ لوگ اس وقت مسلمان ہوئے مولانا لکھتے ہیں اہل مغازی کا بیان یہی ہے کہ یہ واقعہ محرم ۹ ہجری میں پیش آیا لیکن یہ بات یقینی طور پر محل نظر ہے کیونکہ واقعہ کے سیاق سے معلوم ہوتا ہے کہ اقرع بن حابس اس سے پہلے مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ حالانکہ خود اہل سیر کا ہی بیان ہے کہ جب رسول ﷺ نے بنو ہوازن کے قیدیوں کو واپس کرنے کیلئے کہا کہ میں اور بنو تمیم واپس نہ کریں گے اس کا تقاضا یہ ہے کہ اقرع بن حابسؓ اس محرم والے واقعہ سے قبل مسلمان ہو چکے تھے۔ (29)

الغرض غزوات و سرایا کی جو عمدہ ترتیب مولانا مبارکپوریؒ نے بیان کی ہے وہ ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری و دیگر کے حصے میں بھی نہیں آئی۔

مولانا مبارکپوریؒ نے واقعات کو حسن ترتیب سے بیان کیا ہے اور ایک عنوان کے تحت چھوٹی چھوٹی ذیلی سرخیوں سے

کام لیا ہے جس پر قاری کا دل کھنچا چلا جاتا ہے کہ گویا وہ واقعات کی حقیقی تصویر کو دیکھ رہا ہے۔

حوالہ جات وحواشی

(1) شبلی نعمانی، علامہ، سیرت النبی ﷺ، اسلامی کتب خانہ، لاہور، س۔ن، ا، ۳۹

(2) مبارکپوری، صفی الرحمن، مولانا، الرحیق المختوم، مکتبہ سلفیہ، لاہور، 1997ء، فلیپ کتاب

(3) منصور پوری، محمد سلیمان، سلمان، قاضی، رحمۃ للعالمین، مکتبہ اسلامیہ، لاہور، س۔ن، پس ورق کتاب

(4) الازہری، محمد کرم شاہ، پیر، ضیاء النبی، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور، ۱۴۱۵ھ، ۲، ۳۲

(5) طاہر القادری، محمد، ڈاکٹر، سیرت الرسول، منہاج القرآن پبلی کیشنز' لاہور ۱۹۹۵ء، ۲/۲۲۷

(6) الرحیق المختوم، ص: ۹۸

(7) ایضاً، ص: ۸۸

(8) ایضاً، ص: ۳۰۵

(9) ایضاً، ص: ۳۷۱

(10) ایضاً، ص: ۲۷۰

(11) غازی، محمود احمد، ڈاکٹر، محاضرات سیرت، الفیصل ناشران وتاجران کتاب، لاہور، 2003ء، ص: ۳۰۸

(12) الرحیق المختوم، فلیپ کتاب

(13) ماہنامہ ''نور توحید'' جھنڈا نگر نیپال اشاعت ۲۰۰۶ء، ص: ۵۶،

(14) ایضاً، ص: ۹۵، مضمون نگار مولانا حسن حبیب فلاحی

(15) الرحیق المختوم، ص: ۸۳

(16) ابن ہشام، ا، ۱۸۰۔۱۸۳

(17) ابن قیم، زاد المعاد، ا، ۱۷؛ الرحیق المختوم، ص: ۸۹

(18) مسلم بن حجاج' صحیح مسلم، 1، 368

(19) الرحیق المختوم، ص: ۹۸

(20) ایضاً، ص:۱۶۱

(21) ایضاً، ص:۱۶۵

(22) ایضاً، ص:۱۹۷

(23) زادالمعاد، ۳/۱۰

(24) ایضاً، ص:۲۲۹

(25) رحمۃللعالمین، ۱/۱۰۲

(26) الرحیق المختوم، ص:۲۴۱

(27) زادالمعاد، ۲/۱۱۵

(28) الرحیق المختوم، ص:۴۴۳

(29) الرحیق المختوم، ص:۴۴۳